© rasailojaraid.com

رسائل و مسائل

# ازدواجی زندگی کے متعلق بعض تلخ حقائق

یہ خط ۱۹۸۶ء کی دوسری سہ ماہی میں مجھے ملا تھا۔ اس کا جواب لکھ کر میں نے مکتوب نگار خاتون سے پوچھا تھا کہ اسے شائع کر دوں یا نہیں۔ ان کے والد مکرم کی طرف سے مشورہ دیا گیا کہ فی الحال نہیں۔ بعد میں حالات اور بھی ابتر ہو گئے اور ایک اور خط موصول ہوا کہ جس کے ساتھ یہ اجازت بھی دی گئی کہ نام، مقام بتائے بغیر آپ شائع کر سکتے ہیں۔ سو میں یہ دردناک اور عبرت انگیز خط اور اس کا جواب شائع کر رہا ہوں۔ ذرا خیال کیجیے، کیسے والدین کی نیک نہاد بیٹی اور کیسے صاحبِ حیثیت بھائیوں کی بہن کس طرح ایک جانورستان میں ڈال دی جاتی ہے۔ کاش کہ مصلحین معاشرہ، داعیانِ اسلام، نقیبانِ تعلیم و ادب اور منظمات خواتین و طالبات اس بارے میں غور کریں کہ جو لاکھوں عورتیں جاہلیتِ مروّجہ کی درندگی کی بھینٹ ہر روز چڑھ رہی ہیں، ان کے لیے آپ سب کیا کر سکتے ہیں۔

**سوال:** میں الحمدللہ ایک تعلیم یافتہ مسلمہ بیوی ہوں اور بفضلہٖ تعالیٰ دین کی فہم و عمل کے لیے ہمہ وقت کوشاں و ساعی بھی ہوں۔ تقریباً پانچ برس پہلے میری شادی ہوئی۔ یہ لوگ ہماری قریبی برادری کے نہیں، البتہ محلے کے آشنا اور مقابلتاً "دینی افہام و تفہیم رکھنے والے" تھے۔ میرے شوہر کے والد مسجد کی نسبت سے میرے نانا کے دوست تھے اور ان کی بڑی بہن دورانِ تعلیم جمعیت کی تربیت بہ اہتمام پوری کر کے گھر میں درسِ قرآن تک خود دیتی تھیں۔ ایسی ہی دیگر وجوہ سے میرے گھر والوں نے میرا رشتہ مان لیا تھا ــــ بلکہ انہوں نے "توکل علی اللہ" اس خاندان کے ظاہری دینی فہم ہی کو دیکھا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میرے اس وقت تین بچے ہیں۔

میں جس گھر میں شوہر کے ساتھ رہتی تھی وہاں اس کی ایک بیوہ بہن اپنے چار بچوں کے ساتھ، بڑے بھائی ان کی بیوی اپنے سات بچوں کے ساتھ اور ان کی ایک اور بہن (جو اب شادی ہو کر جا چکی ہیں) رہتے تھے۔ میرے شوہر اور میرے حصے میں رہائش کے لیے فقط ایک کمرہ دوسری منزل پر سائز تقریباً (۱۲×۱۵ فٹ) بمعہ باتھ روم اور ایک عارضی چھت سے بنا ہوا باورچی خانہ تیسری منزل پر ہے۔ میرے شوہر کو ہمہ وقت احساس ہے کہ ہمیں موزوں رہائش میسر نہیں۔ اس چھوٹے سے دو منزلہ گھر میں (مجموعی رقبہ آٹھ مرلہ یا ۲۴۰ گز) میں اور ماشاءاللہ کم و بیش بیس (۲۰) افراد کی آبادی میں معاشرت اس قدر آسان اور پُرامن نہیں ہو سکتی۔ کچھ میرے شوہر کے رشتہ دار جو اس گھر میں رہتے ہیں جب کبھی آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں تو مجھ پر بھی یہ پابندی لگتی ہے کہ میں بھی ان کے باہمی حریف یا حریفوں کے ساتھ قطع کلام کر لوں ورنہ یہ لوگ کبھی کوئی اور کبھی کوئی مجھ سے بھی ناراض ہو کر ظلم کی حد تک جھگڑا کرتے ہیں، بلکہ فوراً ہی میرے شوہر تک کو بھڑکا کر میرے والدین کو فون کرا دیتے ہیں کہ "اسے آ کر لے جائیں.... اس کا ہمارے گھر میں یا میرے ساتھ گزارا نہیں"۔ میرے والدین الحمدللہ گھر میں قرآن کا حکم اللہ کے پیارے نبیؐ کی اتباع میں نافذ کیے ہوئے ہیں۔ میرے والد سعودی عرب سے تیس (۳۰) سال بعد گھر آ چکے ہیں۔ بھائی اور بہن دنیاوی اعلیٰ تعلیم (انجینئر امریکہ سے اور ڈاکٹر وغیرہ) کے ساتھ ساتھ دینی فہم سے آراستہ ہر ہر سنتِ نبوی کو بجا لاتے ہیں۔ انھوں نے ہمیشہ صبر کیا، مجھے لینے نہیں آئے اور یہی کہا کہ ہر معاملہ میرے شوہر کے خاندان والے اپنے ہی گھر میں اللہ کے حکموں اور شریعتِ مطہرہ کی رہبری و رہنمائی میں طے کیا کریں۔

اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک روز شدید غصے میں میرے شوہر نے مجھے جسمانی اذیت بھی دی۔ اور کہا کہ "میرے گھر سے فوراً نکل جاؤ، ورنہ میں دھکے دے کر تمھیں باہر نکال دوں گا"۔ اُدھر میرے سامنے میری ماں سے فون پر کہا کہ میں نے تمھاری بیٹی کو کہہ دیا ہے کہ میرے ساتھ اس کا گزارہ نہیں، آپ آکر اسے لے جائیں، ورنہ وہ اگر کہیں اِدھر اُدھر چلی گئی تو میں ذمہ دار نہ ہوں گا"۔ میری ماں نے حسبِ معمول صبر کیا اور جواب دینے سے گریز کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں نے برقعہ پہنا اور شوہر سے کہا کہ آپ بچوں کو رکھ لیں میں اکیلی چلی جاتی ہوں" میرے شوہر نے کہا کہ "تم بچوں کو بھی ساتھ ہی لے جاؤ"۔

آج تین ماہ ہو گئے، میں ماں باپ کے گھر رہتی ہوں۔ اس دوران میرے شوہر نے یا اُس کے کسی رشتہ دار نے کسی قسم کی معقول مصالحت طلب نہیں کی اور نہ کبھی کسی سے میرے کسی بچے تک کی خیریت معلوم کرنے کا سوچا۔ اِدھر اُدھر کے لوگوں سے باتیں کرتے رہے ہوں گے جن کا کچھ حصہ میرے والدین کو بھی پہنچا تھا۔ مگر چونکہ کوئی تصفیہ طلب یا مستقل حل تلاش کرنے کی سعی نہ ہوئی لہٰذا میرے والد چُپ رہے۔

کل رات میرے شوہر اپنے بڑے بھائی اور اپنے ایک دوست کے ساتھ میرے والد کے پاس آئے اور بضد ہوئے کہ "لڑکی کو ہمارے ساتھ بھیج دو"۔ میرے والد نے ان لوگوں سے معقول اور دیرپا حل کی تجویز مانگی تو انہوں نے کہا کہ یہ میرے شوہر کا حق اور فیصلہ ہے کہ اس کی بیوی وہیں رہے گی جہاں سے آئی ہے۔ کیونکہ شوہر کا مقام بیوی کے لیے اطاعت کا ہے لہٰذا اس ضمن میں کسی قسم کی چوں وچرا نہ ہونا چاہیے"۔ "خدا کے بعد شوہر حاکم ہے"۔

میرے والد کا کہنا ہے کہ چونکہ فریقین اپنے تجربے اور مشاہدات سے جان چکے ہیں کہ بیٹی شوہر کے موجودہ گھر اور اس کی آبادی میں رہتے ہوئے اذیت اُٹھاتی رہی اور ہمیں بھی اس کے شوہر کی بہنوں نے اور خود شوہر نے بھی ہمیشہ مطعون کیا —— اور مزید یہ کہ چونکہ بیٹی کو شوہر نے گھر سے نکالا، نہ کہ وہ از خود اس کا گھر چھوڑ کر باپ کے گھر آئی ہے —— تو اب اس کا یہ حق اللہ کے ہاں محفوظ ہے کہ وہ اپنے شوہر سے یہ طلب کرتی ہے کہ وہ اسے ایسی رہائش مہیا کرے جو اکیلی اس کے اپنے لیے اور شوہر اور بچوں کے لیے ہو۔ چاہیے ایک جھونپڑی ہی کی صورت میں کیوں نہ ہو۔ مزید برآں وہ جیسے کیسے بھی صبر کے ساتھ گزارا کرے گی کیونکہ اُسے ذہنی طور پر امن تو ہو گا۔ حسد و بغض کی فضا نہ ہو گی اور اس طرح گھر آئے ہوئے کبھی شوہر کے رشتہ دار مہمانوں کی بھی وہ بہتر خدمت اللہ کی اطاعت کی روشنی میں انشاء اللہ کرتی رہے گی۔

اس پر شوہر کے بڑے بھائی برہم ہوئے اور کہا کہ ہم سسر کی تجویز کیوں مان لیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس پر میرے والد نے حاضرین کی توجہ ضمیر اور نفس امّارہ کے فرق کی جانب مبذول کرائی اور کہا کہ چونکہ فریقین کی مخلص نیت قضیے کی وجوہات کے پیش نظر ایک مستقل و دیرپا تصفیے اور حل کی مساعی کی جانب ہونا چاہیے۔ لہٰذا ضمیر کی آواز کو لبیک کہتے ہوئے یہی حل زیادہ قرین ہوگا کہ شوہر اور بیوی اپنے بچوں کے ساتھ الگ ایک رہائش حاصل کرکے رہیں کہ جو موجودہ چھوٹے سے گھر اور بڑی آبادی سے مختلف ہوگی اور جہاں عورتوں کے کسی بھی چھوٹی بڑی بات کا بہانہ لے کر لڑنے کا ماحول یا سبب قطعی نہ رہے گا۔ اس کے برعکس اگر ایک فریق محض اپنی انا کو لے کر ضد کرے گا اور مستقل و دیرپا حل کی تلاش نظرانداز کرتے ہوئے آج سے تین ماہ قبل ہی کے حالات میں مجھے دھکیل دے گا تو یقیناً یہ حل تو نہ ہوا بلکہ اب کے بعد شوہر کی بہنیں اور رشتہ دار، بلکہ بڑے بھائی بھی مزید اذیت مجھ کو دیں گے اور فضا کبھی سازگار نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

اب استفسار یہ ہے کہ کیا میرا بحیثیت بیوی کے اپنے شوہر سے یہ الگ رہائش کا مطالبہ کرنا شریعت محمدیہ کی رُو سے درست یا مناسب ہے یا حکماً" (بہ اطاعتِ شوہر) مجھے انہیں حالات میں واپس چلے جانا چاہیے۔ جہاں میرے لیے فضا یقیناً پہلے سے بھی زیادہ تنگ کر دی جائے گی۔ اللہ جانتا ہے میں نے ہمہ قسم کی دُنیاوی قربانی کرکے بھی شوہر کی بہنوں اور رشتے داروں کی خوشنودی حاصل کرنے کی سعی ہمیشہ کی ہے جو مجھے کبھی اگر ملی بھی تو بہت عارضی طور پہ۔

یہ لوگ کافی حد تک خود پسندی میں مبتلا ہیں۔ اللہ کا خوف بہت کم ہے۔ فرائض کے کسی حد تک پابند ہیں، مگر دین کے معاشرتی تقاضوں کا عملی فہم اِن لوگوں میں مفقود ہے یا شاید یہ نفس اور دُنیا سے مغلوب ہیں۔

**جواب**:۔ میں نے آپ کا خط پڑھا۔ میں کوئی مفتی نہیں ہوں اور فتویٰ نہیں دے سکتا۔ رواجی فتویٰ لینا ہو تو کسی مناسب آدمی سے رجوع کریں۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے آپ کے بیان پر اعتماد کرکے لکھا ہے۔ میں تو شرعی اُصولوں اور اصطلاحوں اور احکام کو معاشرے کے احوال کے اندر رکھ کر سوچتا ہوں، ہر بگاڑ کا تجزیہ کرتا ہوں اور یہ سمجھ سکتا ہوں کہ ہمارا ہر بگاڑ اسلام کو نہ سمجھنے اور اس پر عمل نہ کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی وجہ سے ہے۔

جہاں تک ازدواجی زندگی کے معاملات کا تعلق ہے، ہم سب لوگ باہم ٹکرانے والی دو جاہلیتوں کے درمیان پس رہے ہیں۔ خاص طور پر سیدھی سادی مسلمان عورتوں کی جن اذیت ناک داستانوں سے میں آگاہ ہوا اور جیسے جیسے حالات کے بارے میں مجھ سے سوالات پوچھے جاتے رہے ہیں۔ ان کی وجہ سے میرے دل پر بڑا بوجھ رہتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں شوہروں کی وہ اکثریت جو قدیم یا جدید جاہلیت پر مبنی عائلی نظام کو لے کر چل رہی ہے۔ بالعموم عام انسانی شائستگی سے بھی عاری ہے۔ ستم یہ کہ ایسے شوہر اسلام کے تمام احکام کو روند کر، اسلام کے اندر سے اپنے لیے یہ حکم نکال لیتے ہیں کہ بیوی کو ان کا ہر حکم، ہر قسم کے حالات میں ماننا چاہیے۔ اور ذرا بھی چوں وچرا نہیں کرنی چاہیے۔ بیویوں کے لیے ان کا نقطۂ نظر اس سے بدتر ہے جو قدیم دور میں کسی شریف آدمی کا لونڈی کے متعلق ہوتا تھا۔ ازدواجی زندگی میں اسلام جو کچھ مطالبے ان سے کرتا ہے، وہ انہیں پورا نہیں کرتے، البتہ فریقِ ثانی سے چاہتے ہیں کہ وہ ان کے فرامین کی تعمیل کرے۔ بیچاری ستم کش عورتیں طلاق جیسے بھاری ظلم سے بچنے کے لیے ہر حکم کی تعمیل کرتی ہیں اور ہر ظلم سہتی رہتی ہیں۔ معاشرہ اس عورت کے گُن گاتا ہے جو ظلم کی چکی میں بے چون وچرا پس جائے اور پستے پستے عمر گزار دے۔ ان حالات کا ردِ عمل یہ ہے کہ آہستہ آہستہ وہ ماڈرن عورت اُبھر رہی ہے اور سینہ تانے آگے بڑھ رہی ہے جو نہ دین کو مانتی ہے، نہ معاشرے کے آگے جھکتی ہے اور نہ شوہر کی اطاعت کا اُصول تسلیم کرتی ہے۔ اس جاہلیتِ جدیدہ کو پیدا کرنے والی ماں وہ جاہلیت قدیمہ ہے جس نے گھروں پر اپنا تاریک سایہ پھیلا کر ان کو دوزخ بنا دیا ہے۔[1]

---

[1] یہ وضاحت کر دینا میرے لیے ضروری ہے کہ بگاڑ صرف خاوندوں ہی میں نہیں، بیویوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہوتی ہیں جو حفظِ عصمت اور اخفائے زینت کا فریضہ ادا نہیں کرتیں۔ اور اس معنی میں ناشِزہ (سرکش) ہوتی ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو شوہر کے مقام کو اسلامی ہدایت کے مطابق تسلیم نہیں کرتیں اور مساوات کا غیر شرعی گستاخانہ انداز اختیار کرتی ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو شوہر سے زیادہ روپیہ کماتے اور زیادہ اچھے کپڑے اور زیور اور گھر کے ساز و سامان حاصل کرنے کے لیے دباؤ ڈالتی رہتی ہیں (باقی بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کسی مفتی کے ہاں جائیں تو وہ مسئلہ بیان کرتے ہوئے نہ شریعت کی پوری اسکیم کو سامنے رکھے گا اور نہ معاشرے کے نقشۂ احوال کو۔ وہ تو بس مقررہ الفاظ میں لکھ دے گا: "یجوز" یا "لا یجوز" (کذا فی الشامی اور کذا فی رد المختار) اور آخر میں "واللہ اعلم بالصواب" عورت جو ظلم کے دریا میں ڈوبتی ہوئی پکار رہی ہے۔ اس کو کوئی فتویٰ ڈوبنے سے بچا نہیں سکتا۔ عدالت میں جائیں تو پرسنل لا کے لگے بندھے قواعد مشینی طور پر کام کریں گے اور سٹیریو ٹائپ حکم جاری ہو جائے گا۔ (دیگر مشکلات اور مداخلتیں درکنار) معاشرے بھی ڈکھڑا رو میں تو رسمیات کے بندھنوں میں بندھا ہوا معاشرہ شوہر ہی کی پشت پناہی کرے گا۔ کیونکہ وہ اس کی نگاہوں میں مجازی خدا ہے اور عورت کا تو مقام ہی اس کی نگاہ میں صبر سے پسنا ہے۔

میں آگے چل کر یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام میں ازدواجی زندگی اور مرد و عورت کے تعلقات کی اسپرٹ کیا ہے۔ اور مرد کی قوامیت یا ایک "درجہ برتری" کا کیا مطلب ہے اور وہ حکم دینے اور اطاعت کا مطالبہ کرنے میں، نیز مار پٹائی میں کیا اختیارات رکھتا ہے۔ مگر بڑی مشکل یہ ہے کہ گھریلو معاملات کی اصلاح باہر سے پولیس اور حکومت اور عدالت بھی نہیں کر سکتیں، جیسے کہ آج کل مغربی ممالک اور خود امریکہ میں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ عورتوں کی ایک بڑی تعداد مردوں کے ہاتھوں سے ہر روز پٹتی ہے۔ آخر اسے کیا مدد دی جا سکتی ہے۔ اب تک تو قانون اور پولیس عاجز ہیں۔ اس لیے اسلام کی اسکیم بنیادی طور پر یہ ہے کہ انسانوں (مردوں اور عورتوں) کے دل و دماغ کو اندر سے بدلا جائے اور ان کے حیوانی جذبات کی قوت توڑ کر اعلیٰ انسانی جذبات کا غلبہ قائم کیا جائے۔ یہاں تک ایک شخص تنہائی

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

ہیں اور ناجائز آمدنیاں پیدا کرنے کے لیے تنگ کرتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو شوہروں کو ماڈرن ازم پر مجبور کر کے انہیں دعوتوں اور کلبوں اور تقریبوں میں اپنے ساتھ گھسیٹنا چاہتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو شوہر کی طرف سے نماز روزے کی تلقین پر لڑائی شروع کر دیتی ہیں، اور کچھ وہ ہوتی ہیں جو شوہروں سے گستاخانہ رویہ رکھتی ہیں۔ بدزبانی کرتی ہیں اور عدم تعاون کرتی ہیں۔ عورتوں کی یہ ساری اقسام اسلامی نظامِ معاشرت کو تباہ کرنے اور گھر کی دنیا کو فاسد بنانے میں پوری طرح ذمہ دار ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یں بھی خدا و رسولؐ کی تعلیمات سے روگردانی کرنے پہ تیار نہ ہو،[1] یہ ایمانی قوت اگر اندر سے اخلاقی احساس کو نہ اُبھارے تو میری یہ تحریر یا کسی مفتی کا فتویٰ آپ کو کیا حقیقی مدد دے سکتا ہے۔ آپ کے شوہر صاحب ہر ایسی چیز کو جانے سمجھے بغیر اُٹھا کے پرے پھینک سکتے ہیں۔ جن لوگوں کو خدا کی پروا نہ ہو، ان کو ہما شما کا کیا لحاظ؟

بہرحال ازدواجی زندگی کے سلسلے میں میں چند اہم اسلامی حقائق آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

۱۔ لامحدود اور غیر مشروط اطاعت سوائے خدا کے کسی کی بھی نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ خدا تعالیٰ بھی آدمی کی مشکلات اور مجبوریوں کے لحاظ سے مردوں اور عورتوں کو بہت سی رعایات دیتا ہے، بعض احکام کو نرم کر دیتا ہے، بعض مطالبات کو ساقط بھی کر دیتا ہے۔ اس کے بعد سب سے بڑی اطاعت جو اللہ کی اطاعت کے تحت کرنی ہوتی ہے۔ وہ نبیؐ کی ہے۔ اس کے لیے بھی "فی المعروف" کی شرط ہے۔ باقی ساری اطاعتیں تو نچلے درجے کی ہیں۔ کسی حکمران، امیر یا لیڈر کو اپنے تمام احکام منوانے کا عمومی حق حاصل نہیں ہے۔ کوئی آقا اپنے غلام پر، معلم اپنے شاگرد پر، افسر اپنے ماتحت پر، جاگیردار اپنے کسان پر، کارخانہ دار اپنے مزدور پر، والدین اپنی اولاد پر ایسے حاکم نہیں ہیں کہ اندھی اطاعت کا مطالبہ کریں۔ یہی حال ایک شوہر کا اپنی بیوی کے لیے ہے۔ وہ ہر قسم کے معاملات میں ہر حکم نہیں منوا سکتا۔ بیوی پر حکم چلانے اور سختی کرنے کے لیے شریعت کے کچھ اصول و حدود ہیں۔ خدا کی شریعت میں کسی کے لیے بھی ایسی کھلی چھوٹ نہیں کہ وہ جس کے ساتھ جو چاہے کرے اور دوسرے سے جو جی چاہے منوائے۔

---

[1] یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ تعمیر انسانیت کی اس اسلامی اسکیم کے مطابق مدتوں سے بھرپور کام نہیں ہو رہا۔ علاوہ ازیں ازدواج کے لیے لوگوں نے دینی و اخلاقی معیارات سے ہٹ کر کچھ دوسرے معیارات کو اہم قرار دے لیا ہے اور بالعموم رشتے غلط جگہوں پر ہوتے ہیں۔ خصوصاً لڑکیوں کے معاملے میں تو خاصی مجبوریاں بھی ہوتی ہیں۔ تاہم سعیِ اصلاح کی کوشش کا ایک راستہ یہ ہے کہ خدا پرست اور دیندار اور شریف افراد کو تلاش کیا جائے، خواہ وہ غریب ہوں۔ اس ضرورت کے لیے اسلامی جماعتیں مضبوط نئے معیارات و روایات بنا سکتی تھیں، مگر وہ سب بھی تو دریا کے وقت میں غوطے کھاتے ہوئے بہ رہی ہیں۔ ان موجوں سے کوئی بہ سلامتی باہر نکلے تو وہ سوچے۔

© rasailojaraid.com

۲ ۔ اسلام نے ازدواجی رشتے کا جو مزاج مقرر کیا ہے وہ ایسا نہیں ہے کہ ایک دفتری نظام ہو جہاں ایک طرف سے حکم جاری ہوتے رہیں اور دوسری طرف سے فدویانہ زبان میں عرضی پرچے لکھے جائیں نہ ازدواجی زندگی کوئی کاروباری معاملہ ہے ۔ یہ رابطہ رفاقت کا ہے ، دوستی کا ہے اور رحمت و مودت کا ہے ۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ ۔ (البقرہ: ۱۸۷) اور تم ان کے لیے اور وہ تمہارے لیے بمنزلہ لباس کے ہیں ۔ یعنی تم ایک دوسرے کے پردہ پوش، ایک دوسرے کی عزتوں کے رکھوالے اور ایک دوسرے سے انتہا درجے کی قرابت رکھتے ہو، کیونکہ لباس اور بدن میں کوئی تیسری چیز حائل نہیں ہوتی ۔ صاحب لباس اپنے لباس کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر کہیں سے کپڑا چھد جائے تو اُسے اس طرح رفو کرتا ہے کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلے ۔ جسم اور لباس کی یہ مثال قرآن نے دونوں فریقوں پہ برابر برابر چسپاں کی ہے ۔

اسی حقیقت کے قریب ہے جانے میں قرآن کے یہ الفاظ بھی مدد کرتے ہیں کہ انسانی نوع کے لیے اسی نوع کا جوڑا اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ " لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا " (الاعراف ۔ ۱۸۹) حدیث میں اسی کی تشریح ہے کہ " وَاِنْ نَظَرَ اِلَیْھَا سَرَّتْہُ " (مشکوٰۃ ۔ جلد ۲ ۔ کتاب النکاح ۔ فصل اول ۔ روایت ابی امامہ) ۔ لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا کا اطلاق دونوں صنفوں کے افراد پہ ہوتا ہے ۔ لیکن اگر اُسے بیوی کے لیے مختص قرار دیا جائے تو سوال یہ ہے کہ جس عورت کو اس کا شوہر کبھی ضروریات سے محروم رکھ کر، کبھی ذہنی اذیت دے کر، کبھی فریضۂ تحفظ ادا کرنے میں کوتاہی دکھا کر، کبھی مار پیٹ کر اور کبھی گھر سے نکال کر پریشان حال رکھے تو وہ سرمایۂ تسکین اور وسیلۂ مسرت کیسے بنے گی ۔ رحمت و محبت اور تسکین و مودت کی فضا کو اگر شوہر تباہ کر دے تو پھر خالی اس کے حکم احکام جاری کرنے سے تو زندگی نہیں سنور سکتی ۔

گھر کوئی پولیس اسٹیشن نہیں ہوتا کہ تھانیدار صاحب ڈنڈا ماتحتوں پہ لیے حکم چلا رہے ہوں ۔ گھر آدمی کے لیے زمانے کی کلفتوں، دکھوں، جھگڑوں اور ہنگاموں کے مقابلے میں ایک پناہ گاہ ہوتا ہے ۔ جہاں ایک فریق اعتماد کر کے دوسرے کا اعتماد حاصل کرتا ہے ، شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو محبت کا ہدیہ پیش کرتے ہیں اور جواب میں محبت پاتے ہیں ـــــ باہمی ہمدردی ، باہمی ایثار، باہمی خیر سگالی اور باہمی عزت کا ایک نظام ہے جس کے لیے ازدواج قائم ہوتا ہے اور گھر بنتا ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

© rasailojaraid.com

سے نے فرمایا:

"تم میں سے بہتر آدمی وہ ہے جو اپنے اہل و عیال، اعزہ و اقربا اور خدام کے ساتھ نیک سلوک کرے اور اخلاق سے پیش آئے اور میں اپنے اہل و عیال کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں" (مشکوٰۃ۔ باب عشرۃ النسا ... فصل دوم، روایت حضرت عائشہ رضؓ)

اسی کے ساتھ اگر وہ ارشادات بھی سامنے رکھے جائیں جو غلاموں کے متعلق آپ نے فرمائے۔ مثلاً یہ کہ اپنے غلام کو روزانہ ستر مرتبہ معاف کرو، یا بے کہ نمازی غلام کو مارنا درست نہیں۔ ان چیزوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضورؐ نے تعدا نیداری تو غلاموں کے بارے میں بھی پسند نہیں کی، کجا کہ بیویوں کے بارے میں ازدواجی رشتے کے بارے میں فرمایا کہ "میں نے کوئی ایسی چیز نکاح کے سوا نہ دیکھی جو دو اجنبی افراد کے درمیان پُرجوش محبت پیدا کردے"۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب النکاح۔ فصل ۳۔ روایت حضرت ابن عباسؓ۔ ماخوذ از ابن ماجہ) مزید یہ کلمات شاید بصیرت افروز ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے یہ فرمایا کہ "تم نے کنواری عورت سے کیوں شادی نہ کی کہ تو اس کے ساتھ کھیلتا اور وہ تیرے ساتھ کھیلتی"۔ یعنی نکاح کو سنجیدہ اور ٹھس طرز کا معاملہ ہی نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اس میں کچھ دلکشی (ROMANCE) کا ہونا بھی ضروری ہے۔

ان سارے اشارات کو پیش نظر رکھ کر ذرا غور سے اس ازدواجی زندگی کو دیکھیے جو نمونہ کے طور پر حضورؐ نے گذاری۔ آپؐ نے ازواجِ مطہرات سے دل لگی بھی کی، ان کو دین کی تعلیم بھی دی، ان کے سامنے قصے بھی بیان کیے، ان کے کاموں میں ذوق و شوق سے حصہ بھی لیا تاکہ ان کا بار کم ہوجائے۔ ان کے ناز بھی برداشت کیے اور ان کی ناپسندیدہ باتوں پر صبر کر کے تلقینِ اصلاح بھی کی۔ خاص طور سے حضرت سیدۃ النساء عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے کئی بار ایسی شوخیاں ہوئیں کہ آپ کے شوہر جیسے آدمی سامنے ہوں تو اس کے نتھنے پھول جائیں، مگر حضورؐ ہمیشہ ہنس کر، لطف اندوز ہو کر، کبھی کوئی ایک ہلکا سا اصلاحی اشارہ کر کے دوسری طرف متوجہ ہو گئے۔ کوئی ایک مثال بھی تو بیویوں کے حق میں بدزبانی یا مارپیٹ کی سامنے نہیں آئی۔

حضورؐ نے تو یہ سکھایا کہ ہوسکتا ہے کہ کسی عورت کی ایک ادا تم کو ناپسند ہو مگر پھر کوئی دوسرا پسندیدہ


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلو سامنے آئے۔ ہر قسم کے احوال و رجحانات کا جائزہ لے کر توازن سے فیصلہ کرنا چاہیے کہ کوئی عورت بہ حیثیت مجموعی قابلِ قدر ہے یا نہیں۔ یہی نہیں، قرآن اور حدیث دونوں میں تاکید کی گئی ہے کہ اگر نوبت جدائی تک بھی پہنچ جائے تو اصول "سَرَاحًا جَمِيلًا" کا ہونا چاہیے، یعنی حسن و خوبی سے رخصت کرنا۔ یہ ہے گھر کا اسلامی تصور، اسے سامنے رکھ کر شوہر کو بھی اور بیوی کو بھی راہِ عمل متعین کرنی چاہیے۔

۳۔ شوہر کی جانب سے سارا زور لفظ "قوامیت" پر دیا جاتا ہے۔ قوامیت کے لفظ میں اقتدارِ عام کا مفہوم شامل نہیں، یہ ایک انتظامی تدبیر ہے۔ جیسے دو راستہ چلنے والوں میں سے ایک کو امیر اور دو یا دو سے زیادہ نمازیوں میں سے ایک کو امام بنا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح گھر کا نظم و نسق درست رکھنے کے لیے شوہر کو ایک فوقیت دی گئی ہے (وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ) البقرہ ۔۲۲۸۔ اس درجہ کی وجہ سے کبھی کبھار کوئی حکم دینے کی ضرورت بھی پیش آسکتی ہے۔ مگر مراد یہ نہیں کوئی نظامِ سلطنت چلایا جاتا ہے۔ اب پانی پینے کا حکم ہے، اب چھ گھنٹے تک کھانا نہ کھانے کا حکم ہے، اب الٹا لٹک جانے کا حکم ہے، اب دو گھنٹے دھوپ میں کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ اب بیمار باپ کی بیمار پرسی کو جانے کی ممانعت ہے۔ گھر نہ ہوا، قید خانہ یا پولیس اسٹیشن ہوا۔

مرد اپنے "درجہ" کی بنیاد پر بعض استحقاقات رکھتے ہیں، لیکن اولین ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ خود اس درجہ کی وجہ سے عاید ہونے والی ذمہ داری کو پورا کریں۔ اس درجہ کی وجہ سے مرد کی ذمہ داری یہ ہے کہ کھانے پینے اور رہنے اور دوا دارو وغیرہ کے انتظامات اپنی آمدنی کے لحاظ سے اور خود اپنے ذوق و مصارف کے لحاظ سے معیاری مہیا کرے۔ بیوی کو رہنے کی ایسی جگہ فراہم کرے خواہ وہ ایک جھونپڑی ہی کیوں نہ ہو۔ جہاں وہ کسی مداخلت کے بغیر پوری (PRIVACY) کے ساتھ رہ سکے[1]۔ ورنہ نہ تو اسے آزادی ہی حاصل ہو سکتی ہے اور نہ وہ جھگڑوں سے بچ سکتی ہے۔ اس کی

---

[1] حنفی فقہ کی رو سے خاوند کا فرض ہے کہ وہ عورت کو ایک ایسا مکان فراہم کرے، چاہے غریبی کی وجہ سے وہ ایک ہی کمرے کا ہو، جس کا تالہ اور جس کی کنجی بیوی کی تحویل میں رہے اور اس کی اجازت اور خوشی کے بغیر کوئی اندر داخل نہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جان، اس کے جسم، اس کی عزت، اس کے وقار کا پورا پورا تحفظ کرنا اور دوسرے لوگوں (خصوصاً اپنے اقربا) کی زیادتیوں سے اس کو بچانا شوہر کی ذمہ داری ہے اور خود اپنی درشتیوں سے بچانا بھی!

اگر کوئی شوہر یہ حقوق پوری طرح ادا نہیں کرتا اور بیوی کو ایسے حالات میں رکھتا ہے کہ اُسے زبردستی جھگڑوں جھمیلوں میں ملوث بھی کیا جائے اور اس کی توہین وتذلیل بھی ہو تو پھر اپنے "درجۂ قوامیت" کا حوالہ دے کر یہ تقاضا کرنا کہ میرا حکم مانو اور جو کچھ جس طرح میں چاہوں اس طرح کرو، قرینِ انصاف نہیں ہے۔

مزید ستم یہ ہے کہ بیوی کو مار کھدیڑ کر گھر سے نکالا گیا ہو، پھر اس کی اور بچوں کی کسی طرح کی خبرگیری اور نان ونفقہ کی بہم رسانی نہ کی گئی ہو، پھر آدمی یکایک نمودار ہو اور کہے کہ چلو اُٹھو، میرا حکم مانو، (تاکہ چند روز بعد پھر تم کو اسی طرح مار کھدیڑ کر نکالا جا سکے) تو یہ مرد کی طرف سے قوامیت کے اختیارات کا صحیح استعمال نہیں ہے۔ یہ خدا اور رسولؐ سے ہیر پھیر ہے۔

ایسے شوہر کی طرف سے بیوی اور اس کے اولیاء کو یقین دہانی کرائی جانی چاہیے کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ معاملہ کسی مجلسِ شرفائے خاندان میں طے ہونا چاہیے۔

یہ واضح رہے کہ بیوی اگر شوہر کے گھر سے خود نہ نکلی ہو، بلکہ اسے زبردستی نکالا گیا ہو تو اس کا گناہ شوہر اور اس کے حامیوں پر ہے۔ اسی طرح خبرگیری نہ کرنے اور نان ونفقہ کا انتظام نہ کرنے کا بھی گناہ ہے۔ اس گناہ پر بیوی سے معافی مانگنی چاہیے اور خدا سے توبہ کرنی چاہیے۔ ورنہ آخرت میں ان زیادتیوں کا حساب دینا ہوگا۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ عقوبت کا کچھ حصہ اسی دنیا میں چکھا دے۔

۴۔ جو لوگ (خواہ وہ خود شوہر یا بیوی یا اُن کے ماں باپ اور بہن بھائی ہوں) میاں بیوی کے تعلقات کے بگاڑنے میں کسی درجے میں بھی حصہ لیں تو وہ مطابق بہ ارشادِ قرآنی "ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل (البقرہ ۲-۲۷) خدا کے نزدیک مجرم ہیں اور حدیث میں ایسی شرانگیزیوں کو بہت بڑا شیطانی کارنامہ قرار دیا گیا ہے۔

علی الاعلان لڑائیاں کر کے، لڑائیوں میں بلاوجہ ملوث کر کے، پسِ پردہ غیبت اور سرگوشیاں اور سازشیں کر کے، خواہ مخواہ کے الزام چھانٹ کر، کسی عورت کو تنگ کرتے کرتے منہ کھولنے پر مجبور کر کے جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگ بھی زوجین میں بے اعتمادی اور نفرت کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ وہ اسلام کی نگاہ میں سخت ناپسندیدہ ہیں۔ اور اس خرابیٔ احوال کے پیدا کرنے میں اگر خود شوہر کی جہالت وحیوانیت کا حصہ زیادہ ہے تو نتائج کا سزاوار وہی ہوگا۔

ساتھ ہی گھروں کی فضا کو بگاڑنے والے زوجین اور ان کے رشتہ داروں کو یہ جاننا چاہیے کہ جہاں کہیں زوجین لڑتے جھگڑتے رہتے ہوں، جہاں کہیں گھروں میں لوگ ایک دوسرے کا فضیحتا کرتے ہوں، جہاں غیبت اور چغلیاں چلتی ہوں، جہاں شوہر لٹھ بازی کرتے ہوں اور بیویوں کو گھروں سے نکال دیتے ہوں، وہاں اولاد کا اخلاقی لحاظ سے ستیاناس ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ذمہ داری عنداللہ ہر اس شخص پر ہوگی جس نے ماحول کو فاسد بنانے میں حصہ لیا۔ بگڑی ہوئی اولاد کے اثرات بدتا دیر چلیں گے نسلاً بعد نسل۔

جن لوگوں کے بچے ہو جائیں ان کو خاص طور سے محتاط ہو جانا چاہیے۔

۵— بات مکمل نہ ہوگی، اگر عورتوں کو مارنے کے مسئلے میں ایک ضروری پہلو کو واضح نہ کر دیا جائے۔ عورتوں کو مارنے کا معاملہ کوئی کھیل تماشا نہیں ہے کہ جب جی چاہا مارنے کی کارروائی شروع کر دی۔ وہ کوئی گائے بھینس نہیں ہیں — بلکہ شریعت میں تو گائے بھینسوں پر بھی ظلم کرنا ناروا ہے اور بلاوجہ تکلیف دینے کا بدلہ قیامت میں دینا ہوگا — ! آپ نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ جاؤ اس درخت پر چڑھ کر اس کے ٹہنے کاٹ دو، حالانکہ جس درخت پر چڑھنے کی ہمت ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ، برستے اولوں میں جا کر چار گھنٹے کھڑی رہو، آپ نے کہا کہ رات کو میرے دوست اور ان کی بیویاں مہمان آئیں گی، ان کے لیے اعلیٰ کھانے پکا رکھنا۔ دراں حالیکہ اس کے طلب کرنے کے باوجود آپ نہ کوئی پیسہ دے کے گئے اور نہ کسی سے قرض لینے کی اجازت دی۔ ادھر بچہ سیڑھیوں سے شام کو گرا اور آپ کی بیوی اسے ہسپتال لے گئی۔ آپ دوستوں سمیت آ گئے اور بیوی کی واپسی پر اسے تو م ڈالا۔ ذرا پانی دینے میں دیر ہو گئی یا چائے دم کرنا مجھول گئی تو آپ نے لاٹھی اٹھا لی کہ حکم نہیں مانا۔ آخر حکم دینا کیا ضرور، ویسے ہی بات کہی جا سکتی تھی، اور حکم دینا تو سلیقے اور طریقے سے دیا جا سکتا ہے اور بیوی سے کوتاہی ہو جائے تو عذر کا لحاظ کیا جا سکتا ہے۔ سارے ازدواج کے معنی ایک حکم دینا ہی تو نہیں — خصوصاً ''اندھا حکم'' دینا، بغیر سوچے سمجھے۔


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی الحقیقت اس معاملے کی نوعیت بالکل دوسری ہے۔ وہ ایک حالت ہے، حالت "نشوز" کی جسے سرکشی کہہ سکتے ہیں، عورت جب اسے اختیار کرے تو پھر سختی کی گنجائش ہے۔ "نشوز" ایک مستقل رویّہ ہے، ذرا ذرا سی جزوی بات پر نشوز کا انطباق نہیں کیا جا سکتا۔

اصولاً عورت کا حقیقی نشوز اور اس کی سب سے بڑی شکل یہ ہے کہ وہ ازدواجی تعلقات کی پاکیزگی کو خراب کرے اور حفظِ عصمت میں شوہر سے تعاون کرنے سے انکار کر دے۔ یہی وہ چیز ہے جو اس کی اہم ترین محرک ہے کہ عورت پر سختی کی جائے۔ خطبۂ حجۃ الوداع میں عورتوں کے متعلق جو کچھ حضورؐ نے فرمایا، اس میں ایک جملہ یہ ہے:

"اور ان پر تمہارا حق یہ آتا ہے کہ وہ تمہاری خوابگاہوں میں کسی ایسے شخص کو داخل نہ ہونے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔"

"پھر اگر وہ ایسا کریں تو انہیں مار سکتے ہو، ایسی مار جو شدید نہ ہو۔"[1]

(مشکوٰۃ۔ خطبہ حجۃ الوداع۔ روایت جابر بن عبداللہ)

مراد یہ کہ عورت کی طرف سے مرد کے لیے ازدواجی اور جنسی زندگی میں پوری وفاداری چاہیے۔ وہ کسی ناپسندیدہ شخص کو گھر میں نہ آنے دیں، کسی غلط آدمی کے پاس نہ جائیں، کسی نامحرم سے میل جول نہ رکھیں،

---

[1] عورتوں کے متعلق ابتدائے کلام یوں ہوئی۔ فاتقوا اللہ فی النساء (عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، یعنی زیادتی نہ کرو) فَاِنَّكُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانِ اللّٰهِ (پس تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے۔ یعنی تم ان کے مالک نہیں ہو)۔ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ (تم نے ان کے جسموں کو اللہ کے قانون کے تحت اپنے لیے حلال کیا ہے۔ یعنی شریعت اور قانون تمہارا نہیں خدا کا ہے)۔ اس سارے سلسلۂ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ حضورؐ عورتوں کو لوگوں کی زیادتیوں سے بچانا چاہتے تھے۔ مردوں کا سب سے بڑا حق واضح کر دیا جس کو ضائع کرنے پر گرفت کی جا سکتی ہے اور آخر میں مردوں کو بھی بتایا کہ "وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" (ان کا تم پر نان و نفقہ کا حق ہے، معروف طریقے سے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی سے خط و کتابت نہ کریں۔ وہ اپنی عصمت کا سختی سے تحفظ کریں۔ یہ وہ اساسی ذمہ داری ہے کہ اگر کوئی عورت اس کو پورا نہیں کرتی تو شوہر اپنے آخری اختیار کو استعمال کر سکتا ہے۔ گھروں کے اندر ان کو اپنی خواب گاہوں سے الگ کیا جا سکتا ہے۔

دوسری بڑی چیز یہ ہے کہ چونکہ گھر کی معاشی کفالت شوہر کے ذمے ہے، اس لیے آمدنی کے مطابق آمد و صرف کا جو نظام باہمی مشاورت سے طے پا جائے، خاتونِ خانہ کو چاہیے کہ وہ اس کی پاسداری کرے۔

تیسری اہم چیز کسی گھر کی یہ پالیسی ہے کہ کس سے تعلقات رکھنے ہیں۔ کس سے نہیں، کیسے لوگوں سے رشتوں کا لین دین ہوگا اور کیسے لوگوں سے نہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا اور کس طرح ہوگا۔

چوتھی چیز جو آخر میں مذکور ہونے کے باوجود بہت اہم ہے یہ ہے کہ میاں بیوی کو اپنے گھر میں دینِ برحق کے کِن اُصولوں، مقاصد، تقاضوں اور عبادات و اخلاق کو مقدم رکھنا ہوگا۔ اور کن غلط نظریات کن بُری رسموں اور کن بداخلاقیوں سے اپنا اور بچوں کا تحفظ کرنا ہوگا۔

اب اگر کوئی عورت ازدواجی وفاداری کے تحفظ کے بعد گھر کی زندگی کے ان نہایت ہی اہم اور بنیادی پہلوؤں کے متعلق مسلسل اور مستقل بغاوت یا سرکشی کا رویہ اختیار کرتی ہے تو بھی ایک طرح کا "نشوز" ہے اور اس پر جسمانی سزا دی جا سکتی ہے۔

لیکن ان اصول و حدود سے ہٹ کر عام قسم کی معمولی چیزوں کو مارنے کے بہانے بنانا اور زبان سے نکلنے والی ہر بات کو حکم بنا دینا اور ہر فضول اور لایعنی حکم کو منوانے کے لیے اتھارٹی ظاہر کرنا ازروئے شریعت (اس کے وسیع اصولی تصورات کے ساتھ) درست نہیں ہے۔

میں نے اپنے شعور کے مطابق اسلام کے عائلی نظام کے صحیح ڈھانچے کو اس کی اصل روح کے ساتھ عرض کر دیا ہے، اس کا زیادہ تر فائدہ تو یہی ہے کہ آپ کو حقائق کا علم ہو جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی ایسی اچھی صورت پیدا ہو جائے کہ کسی مجلسِ مفاہمت کے ذریعے اس کے بعض اچھے نکات فریقِ ثانی کے علم میں بھی آ جائیں۔

میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ آپ کے انفرادی حالات کیسے ہیں اور آپ ان کی وجہ سے کس درجہ مجبور ہوں گی، مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ اگر سچے اسلامی رجحانات کی خواتین اپنے آپ کو منظم کر کے جاہلی احوال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے خلاف معرکہ آرا نہ ہوں گی تو مستقبل کی ساری قوت دین سے سرکشی کرنے والی ماڈرن عورت کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ عورتیں خود مل کر سوچیں کہ وہ مردوں اور عورتوں کی صف آرائی کے بجائے اگر محض اپنے صحیح شرعی حقوق معاشرے سے حاصل کرنے کی جدوجہد کرنا چاہیں تو وہ کیا کیا تدابیر اختیار کر سکتی ہیں اور کس طرح وجۂ افساد بننے کے بجائے اصلاح و تعمیر کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

یہ معاملہ بھی ہر عورت کے انفرادی حالات پر منحصر ہے کہ اگر اس کو ظلم کا نشانہ بنایا جائے یا اس کی حق ماری کی جائے، اس سے انسانی طرزِ معاملہ کرنے کے بجائے جانوروں کے انداز سے معاملہ کیا جائے، اس سے کوئی بات منوانے کے لیے استدلال کے بجائے لٹھ استعمال کیا جائے تو آیا اُسے ساری جبرہ دستیوں کو چپ چاپ عمر بھر سہتے رہنا چاہیے یا ظلم کے خلاف احتجاج کی آواز اُٹھانی چاہیے اور جبر کی قوت کا زور استدلال سے توڑ دینا چاہیے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ گھریلو امن کی خاطر اگرچہ صبر و رضا سے ظلم کے کسی دَور کو چپ چاپ گذار دینا بڑی قابلِ قدر قربانی ہے، مگر چونکہ عورت کی اس قربانی سے مرد نے مسلسل ناجائز فائدہ اُٹھایا ہے اور اُٹھا رہا ہے، لہٰذا اس کڑی سہمی اور مجبور عورت کو ایک نہ ایک دن شوہر کے غیر انسانی رویے کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونا ہوگا ــــ صرف اس لیے کہ اگر مسئلے کا حل اسلامی اصولوں کی بنا پر نہ نکلا تو پھر ساری بازی لادینیت پسند عورت کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔

جہاں تک آپ کے اپنے متعلق اس متعین سوال کا تعلق ہے کہ "کیا میں پہلے سے بدتر حالات کا امکان ہونے کے باوجود واپس چلی جاؤں یا انکار کردوں"۔

اس معاشرے کے عملی حالات کے لحاظ سے مجھے یہ اندازہ ہے کہ گھر سے اُکھڑی ہوئی خاتون کے لیے حالات اور بھی کٹھن ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ بھائی اور ان کی بیویاں تک حسنِ سلوک کی راہ پر نہیں رہ سکتیں۔ ان حالات کی سخت تر آزمائش کے لحاظ سے اپنے بارے میں حتمی فیصلہ آپ سارے معاشی و معاشرتی امکانات کو سامنے رکھ کر خود کریں۔ یہ ذمہ داری کسی مشورہ دینے والے خیر خواہ پر مت ڈالیں۔

---

پس نوشت ــــ

اس موقع پر میں تحریکِ اسلامی کی خواتین سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ وہ معاشرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ان کو بتا کر اور شرمناک حالات کو جانیں، سمجھیں اور ان کے حل کے لیے راہیں نکالیں۔ وہ جن لاکھوں عورتوں کو اپنے دائرے میں رکھ کر سوچتی ہیں، ان میں سے بہت سی تعداد جانوروں کی زندگی گزار رہی ہے، بلکہ زندگی کو سزا کے طور پر بھگت رہی ہے۔ ایک طرف مظلوم عورتیں اسلامی عقیدوں، عبادتوں اور پردہ داری اور اندھی اطاعتِ شوہر کو لے کر نہایت ذلیل حالات کے پُل صراط سے گذر رہی ہیں؛ ان میں سے بہت سی اس پُل پر سے دائیں طرف اور بائیں طرف بچوں کو اُٹھائے ہوئے اضطراب اور دُکھ کی آگ میں گر رہی ہیں، کئی خودکشی بھی کرتی ہیں ــــ اور دوسری طرف آپ ان کا حوالہ دے کر ماڈرن عورتوں کے لشکر کا سامنا یہ کہہ کر کرتی ہیں کہ چاردیواری میں ہماری بڑی قوت محاذ بنائے بیٹھی ہے اور بعض کو باہر آپ چادروں میں دیکھتی ہیں۔ اس حساب سے ہم بڑی قوت ہیں۔ بڑی قوت تو ہوئی، لیکن اس قوت کے جس بڑے حصے کی انا کو سیکڑوں چاردیواریوں کے پیچھے کچل کیا جا رہا ہے، وہ آخر کام آنے کے لحاظ سے کتنی بڑی ثابت ہوگی۔

اسلام کو چاہنے والی خواتین نے کچھ دائروں میں اسلام کی دعوت پھیلائی۔ بڑا اچھا کام کیا۔

انھوں نے انتخابات میں تھوڑے بہت ووٹ اچھے افراد کے حق میں استعمال کرائے۔ یہ بھی اچھا کیا۔

انھوں نے ماڈرن خواتین کے ثقافتی چیلنجوں، لادینیت پسندانہ سلوگنوں اور رنڈی و ہوسناکی کے خلاف پروپیگنڈے سے بھی اور مظاہروں سے بھی آواز اُٹھائی۔ یہ بھی خوب!

مگر انھوں نے اسلامی پالیسی کے ساتھ کام کرتے ہوئے پُرانی جاہلیت کی چکی میں پسنے والی بہت سی خداپرست یا کم سے کم حیادار و شریف عورتوں کے لیے کچھ نہ کیا۔ وہ اگر ان کے لیے جگہ جگہ ادارے کھول لیتیں، مثلاً درسِ قرآن و حدیث کے ادارے، تعلیم بالغان کے زنانہ ادارے، زنانہ دستکاریوں (کشیدہ کاری، کپڑوں کی کٹائی، سلائی وغیرہ) کے ادارے، زچہ و بچہ کی بہبود کے ادارے، خدمتِ خلق کے چھوٹے چھوٹے محلے دار ادارے ــــ اور پھر ان میں ہر طرح کی عورتیں آتیں اور ان کے متعلقین آتے اور مظلوم عورتوں کے حالات آپ کو معلوم ہوتے، آپ مظلوموں کو کچھ تلقین کر سکتیں۔ ان کے سلسلے میں خاص خاص ملاقاتیں اور گفتگوئیں کر سکتیں۔ کسی کو مالی مدد کی ضرورت ہوتی تو بہم پہنچاتیں، کسی کو دوا کی ضرورت ہوتی تو فراہم کرتیں، بعض کے شوہروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو تبلیغی قسم کے خطوط میں قرآن و حدیث کے احکام اور اخلاقی تلقینات لکھ بھیجتیں، کسی عورت کو خلع لینے کی ناگزیر ضرورت ہوتی تو اُسے معلومات اور عملی مدد بہم پہنچاتیں۔ عورتوں کی مصیبت زدگی کے متعلق مضامین لکھ کر پبلک میں یہ ثابت کرتیں کہ آپ ان مظالم کے بھی سخت خلاف ہیں جو پردہ دار یا غریب گھروں میں اسلام کے نام پر ہو رہے ہیں۔ آپ ایسے معاملات میں قراردادیں پاس کرتیں، ان کے حل کے لیے بعض ثانوی تدبیریں فقہا کی مدد سے معلوم کر کے کچھ قانونی خاکے پارلیمنٹ میں بھجواتیں، یہاں تک کہ یہ معروف ہو جاتے کہ پرانی مظلوم عورتوں اور بدحال گھرانوں کا معاملہ بھی آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

مجھے اخبارات کے ذریعے معلوم ہوتا رہتا ہے کہ مختلف شہروں اور علاقوں میں تعلیم یافتہ عورتیں اور لڑکیاں مل کر عورتوں کے لیے خدمتِ خلق کے طرح طرح کے کام کر رہی ہیں۔ مثلاً لاہور کا ایک گروپ ایک ہسپتال کے تعاون سے وین ساتھ لے کر مضافات میں علاج کے لیے جاتا ہے اور پھر عورتوں میں بیٹھ کر اپنے مطلب کی باتیں بھی پھیلاتا ہے۔ ہمارے قریب کے علاقے میں چند سادہ سی لڑکیوں نے معمولی مالیات کے ساتھ کام شروع کیا۔ کچھ چندے جمع کیے۔ اور پھر ایک "آئی کیمپ" (غالباً عورتوں کے لیے) لگوا دیا۔ اس کیمپ کے لیے انھوں نے جن ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کیں ان میں سے اپنے ایک نیک نہاد...... قومی دوست بھی شامل ہیں۔ یہ روئداد پڑھ کر مجھے خیال آیا کہ افسوس ہے کہ ہمارے پاس ایسی چند لڑکیاں کیوں نہیں ہیں۔ کیمپ میں آنے والی بے شمار مریض اور نیازمند عورتوں سے آپ کو کیا کیا سٹوریاں ملتیں، کن کن حقائق کا علم ہوتا اور کام کے کیا کیا راستے کھلتے۔

مؤثر کام کے وسیع راستے اگر بنائے گئے ہوتے اور آپ تعلیم، صحت اور نیکی کا پیغام لے کے نکل کھڑی ہوتیں اور عورتوں کی دردناک کہانیاں (کم سے کم ان کے کتھارسس کے لیے) سنتیں تو آپ کو اندازہ ہوتا کہ تحریکِ اسلامی کے لیے کتنی وادیاں منتظر ہیں۔

ممکن ہے کہ میرا یہ نقشہ غلط ہو۔ آپ زیادہ صحیح نقشہ بنائیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ کام ایک ایسے بڑے میدان کو سنبھال لیں جو اگر کسی تخریبی قوت کے ہاتھ میں چلا گیا تو پھر کوئی تلافی نہ ہو سکے گی۔ پرانی عورت کی مظلومیت کی چیخیں کام کرنے والوں کے لیے ایک بلاوا ہیں۔ کون انھیں سنتا سمجھتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور کون نہیں - یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے - میں کوئی حکم نہیں لگا سکتا -

پرانی نیک عورت کو نئی نیک اور تعلیم یافتہ عورت ہی صحیح کام دے سکتی ہے ورنہ اگر وہ جدید عنصر کے ہتھے چڑھ گئی تو پھر نہ پرانا معاشرہ ہمارا رہے گا، نہ نیا - دونوں جگہ جنگ ہی جنگ رہ جائے گی -

---

(بقیہ صفحہ ۲۷)

مداخلت ہو، یا مغرب کی لادینی ساخت کی مروجہ جمہوریت کو فی نفسہ اولیت دینے لگے ہیں اور دینی پوائنٹ اتحادی خاکوں اور گفتگوؤں سے تقریباً خارج ہو گیا - میں سمجھتا ہوں کہ مغربی سیاست و جمہوریت اگر دینی اصلاحات کے بغیر فی نفسہ مقصود بن جائے اور اسے چلایا جائے تو نتیجے میں بدترین آمریت و فسطائیت کے علاوہ پُر زور لادینیت بھی نمودار ہو سکتی ہے -

بنا بریں یہ پوائنٹ بہت ہی اہم تھا کہ واضح کیا جائے کہ کن موسسات پر قومی اتحاد قائم ہوا تھا -

نوٹ : یہ دستاویزی کتاب فاضل مؤلف کی طرف سے راقم کو ہدیہ کی گئی جس کے لیے میں بہت شکر گذار ہوں -

---

© rasailojaraid.com